

تاریخ اسلام میں علمی و فکری تحریکات

Intellectual and Philosophical Movements in Islamic History

Muhammad Ali

Department of Islamic Studies, University of Karachi, Pakistan

Ayesha Khan

Faculty of Philosophy, Quaid-i-Azam University, Islamabad, Pakistan

Abstract:

This article delves into the major intellectual and philosophical movements that have shaped Islamic thought over the centuries. From the early period of Islamic history, with its rich fusion of religious and rational thinking, to the influence of Greek philosophy and the intellectual revival in the medieval period, these movements have played a significant role in shaping Islamic jurisprudence, theology, and philosophy. The article explores the contributions of key scholars, the rise of major schools of thought, and the dynamic interaction between Islamic teachings and other global intellectual traditions. It highlights the challenges faced by these intellectual movements and their ongoing influence in the contemporary world.

Keywords: Islamic philosophy, intellectual movements, theology, Mu'tazila, rationalism, Islamic jurisprudence, Greek influence, modern Islamic thought

تعارف

اسلامی تہذیب کا علمی ورثہ ایک گہرائی رکھنے والا ہے جو 1400 سال سے زائد پر محیط ہے۔ اسلامی فکر میں مختلف علمی و فکری تحریکات کی ترقی نے نہ صرف مسلم دنیا پر اثر ڈالا بلکہ عالمی سطح پر بھی فکری منظر نامے کو متاثر کیا۔ یہ تحریکات ابتدائی اسلامی دور میں عقلی و مذہبی بحثوں سے لے کر یونانی فلسفے کے ادغام اور اسلامی سنہری دور میں علم و فلسفے کے جدید فکری سلسلوں تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اسلامی دنیا میں فکری گفتگو ہمیشہ متحرک رہی ہے، جو مذہبی، سیاسی، اور ثقافتی اثرات کے مطابق ارتقا پذیر رہی ہے۔

ابتدائی اسلامی فکری فکر

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلامی فکر کی بنیادوں کو تشکیل دینے میں کردار

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی فکر کی بنیاد رکھی جس نے نہ صرف مسلمانوں کی روحانی رہنمائی کی، بلکہ انہوں نے اخلاقی، سماجی، اور فلسفیانہ اصول بھی پیش کیے جو بعد میں اسلامی دنیا کی فکری بنیادوں کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ آپ کی تعلیمات میں توحید، عدل، مساوات اور انسانیت کی خدمت کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا۔ آپ کے قول و فعل میں جو رہنمائی فراہم کی گئی، وہ ایک جامع فکری نظام کی شکل میں ترتیب پائی، جس نے اسلامی معاشرتی زندگی اور قانون کو تشکیل دیا۔ اس فکری نظام کو قرآن و حدیث کے ذریعے محفوظ کیا گیا، جس نے اسلامی تہذیب کی فکری اور عملی بنیاد رکھی۔

قرآن و حدیث کی تفسیر کا آغاز اور انہیں مرکزی فکری ذرائع کے طور پر تسلیم کرنا

قرآن اور حدیث نہ صرف مذہبی رہنمائی کے بنیادی ذرائع ہیں، بلکہ اسلامی فکر کی تشکیل میں ان کا اہم مقام ہے۔ قرآن مجید کی تفسیر کا آغاز ابتدائی دور میں ہوا، جب صحابہ کرام نے قرآن کے معانی کو سمجھے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کی۔ اس کے ساتھ ہی حدیث کی بھی اہمیت بڑھتی گئی، کیونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال نے قرآن کی تفسیری روشنی فراہم کی۔ ابتدائی اسلامی فقہ اور کلام کی تشکیل میں قرآن و حدیث کا اہم کردار رہا ہے۔ ان دونوں کی تفسیر کو عقل و فہم کے ساتھ سمجھنا ضروری تھا تاکہ ان کی بنیاد پر مسلم معاشرتی، اخلاقی اور قانونی اصولوں کی تشکیل کی جاسکے۔ ان کے ذریعے اسلامی فکر کا جو علمی، دینی اور فلسفیانہ ڈھانچہ سامنے آیا، وہ اسلامی تعلیمات کا محور و مرکز بن گیا۔

اسلامی فقہی مدارس کا آغاز

چار اہم سنی فقہی مکاتب فکر (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کا تعارف

اسلامی فقہ میں مختلف مکاتب فکر نے اسلامی قوانین کی تشریح اور عملی تطبیق میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ مکاتب فکر اسلامی دنیا میں دینی مسائل اور فقہی تنازعات کو حل کرنے کے لیے مختلف روشوں اور اصولوں پر مبنی تھے۔ چار اہم سنی فقہی مکاتب فکر درج ذیل ہیں

حنفی مکتب فکر

امام ابو حنیفہ (رحمت اللہ علیہ) نے 8 ویں صدی میں عراق میں اس مکتبہ فکر کی بنیاد رکھی۔ حنفی فقہ میں قیاس اور اجتہاد کی اہمیت زیادہ ہے، اور اس مکتبہ فکر نے اسلامی معاشرتی اور قانونی مسائل میں لچک اور تخلیقیت کو فروغ دیا۔ یہ مکتبہ فکر تمام سنی مسلمانوں میں سب سے زیادہ پھیلاؤ رکھتا ہے اور جنوبی ایشیا، ترکی، وسطی ایشیا اور ترکی کے بیشتر علاقوں میں پایا جاتا ہے۔

مالکی مکتب فکر

امام مالک بن انس (رحمت اللہ علیہ) نے 8 ویں صدی میں مدینہ میں اس مکتبہ فکر کی بنیاد رکھی۔ مالکی فقہ میں حدیث کی زیادہ اہمیت دی گئی ہے اور اس میں مدینہ کے اہل علم کے اجماع کو بنیادی طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ اس مکتبہ فکر کی پیروی بنیادی طور پر افریقہ اور مغربی عرب علاقوں میں کی جاتی ہے۔

شافعی مکتب فکر

امام الشافعی (رحمت اللہ علیہ) نے 9 ویں صدی میں اس مکتبہ فکر کی بنیاد رکھی۔ شافعی فقہ نے اجماع، قیاس اور حدیث کے اصولوں کو جوڑا اور ایک مستحکم فقہی نظام تشکیل دیا۔ اس مکتبہ فکر کو مشرقی افریقہ، جنوب مشرقی ایشیا اور مصر میں وسیع پذیرائی حاصل ہے۔

حنبلی مکتب فکر

امام احمد بن حنبل (رحمت اللہ علیہ) نے اس مکتبہ فکر کی بنیاد رکھی۔ حنبلی فقہ میں حدیث کی سختی سے پیروی کی جاتی ہے اور قیاس اور اجماع کو محدود حد تک استعمال کیا گیا ہے۔ یہ مکتبہ فکر سعودی عرب اور بعض دوسرے عرب ممالک میں زیادہ رائج ہے۔

شیعہ فکری روایات کی ترقی

شیعہ فقہ اور فکری روایات کی ترقی ایک منفرد اور اہم پہلو رہی ہے جس نے اسلامی تاریخ اور فکر میں اپنے اثرات مرتب کیے ہیں۔ شیعہ مسلمان حضرت علی علیہ السلام اور ان کی اولاد کو دینی اور فقہی رہنمائی کے لیے مرکزی حیثیت دیتے ہیں۔ اس نظریے کی بنیاد پر شیعہ فکری روایات کی تشکیل ہوئی، جس کی خصوصیات درج ذیل ہیں

شیعہ فقہ کا آغاز

شیعہ فقہ کی بنیاد حضرت علی اور ان کے پیروکاروں کے اجتہادات اور فیصلوں پر رکھی گئی۔ شیعہ فکری روایات نے کلام، فقہ، اور اصول دین میں مستقل اور مخصوص رویے اختیار کیے۔ اس میں اماموں کی اجتہاد اور تصوف پر زور دیا گیا۔

شیعہ مذہبی اجتہاد

شیعہ فکری روایت میں اجتہاد کا کردار بہت اہم رہا ہے، اور اس میں فقہ کے اصولوں کی تدوین میں اماموں کا اثر نمایاں ہے۔ امام جعفر صادق (رحمت اللہ علیہ) کی تعلیمات شیعہ فقہ کی بنیاد بنی، اور ان کے پیروکاروں نے اس میں ترقی کی۔

شیعہ نظریہ اجماع

شیعہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ امام معصوم ہوتے ہیں اور ان کا اجتہاد اور فیصلہ ہمیشہ صحیح ہوتا ہے۔ یہ عقیدہ شیعہ فکری روایات میں سنی مکاتب فکر سے مختلف ہے، جہاں اجماع اور فقہ کے مسائل میں مختلف رائے کا احترام کیا جاتا ہے۔

شیعہ فکری و فلسفیانہ ترقی

شیعہ دنیا میں علم اور فکری حرکت کی روایت بھی اہم رہی ہے، جہاں اماموں کے علم کی گہرائی اور ان کے فلسفیانہ نظریات کو اہمیت دی گئی۔ اس میں یونانی فلسفہ کا شیعہ فکر میں انضمام اور اس کے بعد کے دور میں فلاسفہ جیسے ملاصدرا کا کام شامل ہے، جنہوں نے اسلامی فلسفے کو ایک نیا رنگ دیا۔

یونانی فلسفے کا اسلامی فکر پر اثر

بغداد میں ترجمہ کی تحریک اور اس کا اسلامی فلسفے پر اثر

یونانی فلسفے کا اسلامی فکر پر گہرا اثر بغداد میں ہونے والی ترجمہ کی تحریک کے ذریعے پڑا، جو 8ویں اور 9ویں صدی کے دوران عروج پر تھی۔ اس تحریک کا آغاز عباسی خلافت نے یونانی، فارسی اور (House of Wisdom) کے دور میں ہوا، خاص طور پر ہارون الرشید اور مامون الرشید کے حکمرانی کے دوران۔ بغداد میں واقع "دارالحکمت" دیگر قدیم زبانوں کے فلسفیانہ، سائنسی، اور ادبی متون کا عربی میں ترجمہ کرنے کا عمل شروع کیا۔

یونانی فلسفہ کا اثر

اس ترجمہ کی تحریک کے ذریعے یونانی فلسفے کے اہم ترین متون، جیسے ارسطو کے کام، افلاطون، اور دیگر فلسفیوں کی تحریریں، عربی میں ترجمہ ہوئیں۔ ان متون کو اسلامی فلسفہ کے ڈھانچے میں شامل کیا گیا، اور ان کی بنیاد پر اسلامی فلاسفہ نے اپنی فکری روایت کو وسعت دی۔ اس عمل نے اسلامی فکر میں عقل اور منطق کے استعمال کو فروغ دیا، اور اس کے نتیجے میں اسلامی فلسفہ میں مذہب اور عقل کے درمیان ہم آہنگی کی کوشش کی گئی۔

اسلامی فلاسفہ کا انحصار

یونانی فلسفے کے ترجمے نے اسلامی فلاسفہ کو ایک ایسا فلسفیانہ ذخیرہ فراہم کیا جس سے وہ اسلامی فکر کو عقلی بنیادوں پر استوار کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اس ترجمہ کی تحریک نے اسلامی دنیا میں فلسفے کی تعلیمات اور جدید فکری راستوں کا دروازہ کھولا۔

اہم فلسفی: الفارابی، ابن سینا (ابن سینا)، اور ابن رشد (ایکویزیس)

الفارابی

الفارابی (872-950) کو "مُعَلِّمُ النَّاسِ" یعنی "دوسرا استاد" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، کیونکہ ان کی فلسفیانہ سوچ ارسطو کے بعد کی سب سے اہم فلسفیانہ تعلیمات پر مبنی تھی۔ الفارابی نے ارسطو اور افلاطون کے نظریات کو اسلامی تعلیمات کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی۔ ان کی فلسفہ کی سب سے اہم خصوصیت عقل اور ایمان کے درمیان تعلق کی وضاحت ہے۔ الفارابی نے اسلامی معاشرتی اور سیاسی زندگی پر بھی گہرے اثرات ڈالے، اور ان کی "مدینۃ الفاضلہ" (شہر فاضل) کے نظریے نے اسلامی سیاست میں اخلاقی اور عقلانی حکمرانی کے تصور کو فروغ دیا۔

ابن سینا (ابن سینا)

ابن سینا (980-1037) نے فلسفہ، طب، اور سائنس کے شعبوں میں بے شمار اہم کام کیے۔ ان کا سب سے مشہور کام "القانون فی الطب" ہے، جو طب کے شعبے میں ایک کلاسیک ٹیکسٹ کے طور پر جانا جاتا ہے۔ ابن سینا نے ارسطو کے فلسفے کو اسلامی نظریات کے ساتھ ہم آہنگ کیا اور خدا، کائنات، اور انسان کے تعلق پر گہری تحقیق کی۔ انہوں نے "الوجود" (وجود) اور "الواجب الوجود" (واجب الوجود) جیسے تصورات پر تفصیل سے روشنی ڈالی، جو بعد میں اسلامی فلسفہ میں بہت اہمیت حاصل کرتے ہیں۔ ان کی فلسفہ کی سب سے بڑی خصوصیت عقل و ایمان کا مکمل انضمام ہے، جہاں وہ سمجھتے تھے کہ فلسفہ اور مذہب ایک دوسرے کے مخالف نہیں ہیں۔

ابن رشد (ایورڈیس)

ابن رشد (1126-1198) کو "مفسر سٹو" (ارسطو کا مفسر) کے لقب سے جانا جاتا ہے۔ ابن رشد نے ارسطو کی تعلیمات کی شرح لکھ کر انہیں اسلامی فلسفہ میں متعارف کرایا۔ ان کی سب سے اہم کتاب "مجموعہ شروحات" ہے، جس میں انہوں نے ارسطو کے فلسفے کی وضاحت کی اور اسے اسلامی فکری روایت کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی۔ ابن رشد کا عقیدہ تھا کہ فلسفہ اور مذہب دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہے، اور دونوں کا مقصد انسان کے فہم کو بڑھانا ہے۔ انہوں نے فلسفے میں عقل کی اہمیت کو اجاگر کیا اور اس بات پر زور دیا کہ انسانی فطرت میں عقل اور علم کی جستجو کا جذبہ شامل ہے۔

معتزلہ تحریک

معتزلہ کا عروج اور ان کا فکری طور پر عقلی طریقہ کار

معتزلہ تحریک کا آغاز 8 ویں صدی کے اوائل میں عراق میں ہوا اور یہ اسلامی فکری تاریخ کی ایک اہم تحریک تھی جس نے عقل اور منطق کو اسلامی عقائد کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی۔ "معتزلہ" لفظ کا مطلب ہے "علیحدہ ہونے والے" یا "دور رہنے والے" اور اس کا مفہوم یہ تھا کہ معتزلہ اہل سنت اور دیگر مسلمانوں سے مختلف اور جداگانہ نظریات رکھتے تھے۔

معتزلہ تحریک نے اپنی بنیاد پر عقلی استدلال، آزاد ارادہ، اور عدلیہ کے اصولوں کو اہمیت دی۔ ان کا ماننا تھا کہ خدا کی حکمت اور انصاف کا کسی بھی طرح سے انکار نہیں کیا جا سکتا، اور اس لیے اللہ کے فیصلوں میں کوئی بھی تعصب نہیں ہونا چاہیے۔ ان کی یہ تعلیمات قرآن و حدیث کے ساتھ عقل کو متوازن کرنے کے لیے تھیں، اور اس میں یقین رکھتے تھے کہ عقل اور ایمان دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ ہو سکتے ہیں۔

عقلی طریقہ کار

معتزلہ کے فلسفیوں نے اسلامی عقائد کو عقلی دلائل کے ذریعے سمجھنے اور ثابت کرنے کی کوشش کی۔ ان کے مطابق، ایمان کا بنیادی تقاضا ہے کہ ہر شخص کو عقل و فہم کے ذریعے سچائی تک پہنچنا چاہیے۔ اس نے قرآن کی تفسیر میں بھی عقل کو اہمیت دی اور کسی بھی نصوص کو سمجھنے میں ان کے مطابق "عقل" کا استعمال ضروری سمجھا۔

معتزلہ کا عقلی طریقہ کار خاص طور پر ان موضوعات پر زور دیتا تھا

معتزلہ نے انسان کی آزاد مرضی اور اللہ کی تقدیر کے درمیان توازن قائم کرنے کی کوشش کی۔ وہ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ انسان اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے اور اللہ کی طرف سے کوئی جبری فیصلہ نہیں آیا۔

معتزلہ نے اللہ کی عدالت اور انصاف کو ہر حال میں اہم سمجھا اور اس بات پر زور دیا کہ اللہ کی طرف سے کی جانے والی سزایا جزا ہمیشہ اس کی عدلیہ پر مبنی ہوتی ہے، جو مکمل طور پر انسانی اعمال پر انحصار کرتی ہے۔

اسلامی فقہ اور کلام (اسلامی تھیالوجی) کی ترقی میں ان کا اثر

معتزلہ تحریک نے اسلامی فقہ اور کلام (تھیالوجی) میں بے شمار اثرات مرتب کیے، خاص طور پر اسلامی عقیدہ اور نظریات کو جدید عقلی اصولوں کے تحت فہم دینے میں۔ ان کی فکری تحریک نے اسلامی فقہ میں کئی اہم تبدیلیاں کیں، خاص طور پر ان اصولوں کی تشکیل میں جو آج بھی فقہ اور کلام کی بنیاد ہیں۔

اسلامی فقہ کی ترقی

معتزلہ نے فقہ میں اجتہاد (جدید استنباط) کی اہمیت کو بڑھایا۔ ان کے مطابق فقہ کی تشکیل میں عقل کا استعمال ضروری تھا۔ اگرچہ فقہ کی روایتی بنیادیں قرآن اور حدیث تھیں، معتزلہ نے ان کو عقل کی روشنی میں سمجھنے کی ضرورت پر زور دیا۔ اس کے نتیجے میں، معتزلہ نے اصولی فقہ کے نکتہ نظر کو مستحکم کیا اور نئے اجتہادی طریقے متعارف کرائے۔

معتزلہ نے اسلامی کلام (تھیالوجی) میں عقل کی اہمیت پر زور دیا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ ایمان کا آغاز عقل سے ہوتا ہے اور عقلی دلائل کے ذریعے مذہب کو سمجھنا ضروری ہے۔ ان کے نظریات نے اسلامی کلام کو ایک نیارخ دیا، خاص طور پر خدا کی صفات، تقدیر، اور انسان کی آزاد مرضی جیسے مسائل پر۔

اسلامی کلام (تھیالوجی) کی ترقی

معتزلہ کے مطابق، اللہ کی صفات کو انسانی عقل کے ذریعے سمجھنا ممکن ہے، اور یہ صفات (جیسے علم، عدلیہ، اور طاقت) کو عقل کی بنیاد پر تسلیم کیا جانا چاہیے۔ معتزلہ نے آزاد ارادے کو تقدیر کے مقابلے میں زیادہ اہمیت دی۔ ان کے مطابق، انسان اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے اور اللہ کا انصاف ہر عمل میں شامل ہے۔

اسلامی اسکول آف اسکارشپ: اشعریہ اور ماتریدیہ

اشعریہ اور ماتریدیہ مدارس کا معتزلہ کے عقلی موقف کے خلاف رد عمل

اشعریہ اور ماتریدیہ مدارس کا قیام معتزلہ کے عقلی موقف کے خلاف تھا، کیونکہ معتزلہ نے عقل کو مرکزی حیثیت دی اور اس کے ذریعے اسلامی عقائد کی تفہیم کی کوشش کی تھی۔ معتزلہ کے عقلی استدلال نے اسلام کے مختلف مذہبی و فقہی مسائل کو عقل کی بنیاد پر حل کرنے کی کوشش کی تھی، جبکہ اشعریہ اور ماتریدیہ مدارس نے اس نقطہ نظر کو رد کیا، اور ان کے نزدیک ایمان و عقیدہ کی بنیاد وحی (قرآن اور حدیث) اور خدا کی رضا پر مبنی تھی، نہ کہ صرف عقل پر۔

اشعریہ کا رد عمل

امام اشعری (رحمت اللہ علیہ) نے معتزلہ کے عقلی موقف کے خلاف اپنی فلسفیانہ سوچ پیش کی۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ اللہ کی صفات اور ارادے کو صرف وحی کے ذریعے سمجھا جاسکتا ہے، اور انسانی عقل اس میں مکمل طور پر غور و فکر نہیں کر سکتی۔ اشعریہ نے عقل کو ایمان کا معاون سمجھا، مگر اس کو مکمل طور پر ایمان کی بنیاد نہیں مانا۔ ان کے مطابق، اللہ کی صفات اور فیصلے مکمل طور پر اس کی مرضی پر منحصر ہیں اور انسانی عقل ان کا ادراک نہیں کر سکتی۔ اشعریہ نے معتزلہ کی یہ بات رد کی کہ انسان اپنی مرضی سے اپنے اعمال کا انتخاب کرتا ہے اور خدا کی تقدیر کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

ماتریدیہ کا رد عمل

امام ماتریدی (رحمت اللہ علیہ) نے بھی معتزلہ کے عقلی موقف کے خلاف ایک متوازن نقطہ نظر پیش کیا۔ ماتریدیہ نے اشعریہ کے ساتھ اس بات پر اتفاق کیا کہ اللہ کے فیصلے وحی پر مبنی ہیں، تاہم انہوں نے معتزلہ کے کچھ عقلی دلائل کو تسلیم کیا۔ انہوں نے انسان کی آزاد مرضی کا دفاع کیا اور کہا کہ انسان کی عقل کو خدا کے احکام سمجھنے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے، مگر عقل کا استعمال خدا کی مرضی کے مطابق ہونا چاہیے۔ ماتریدیہ نے بھی آزاد مرضی اور تقدیر کے مسئلے پر معتزلہ کے نظریے کو مسترد کیا، مگر ان کا نقطہ نظر زیادہ معتدل تھا۔

آزاد مرضی، تقدیر اور خدا کی حقیقت پر مذہبی بحثیں

آزاد مرضی اور تقدیر کے مسئلے پر اشعریہ اور ماتریدیہ مدارس میں مذہبی بحثوں کا آغاز ہوا، جس میں ان دونوں مدارس نے معتزلہ کی آراء کا رد کیا اور ایک متوازن رویہ اختیار کیا۔

آزاد مرضی

اشعریہ اور ماتریدیہ کے مطابق، انسان کی آزاد مرضی اور خدا کی تقدیر ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ ہو سکتی ہیں۔ اشعریہ کے مطابق، انسان کے اعمال خدا کی تقدیر کے تابع ہیں، مگر انسان کو اعمال کا اختیار دیا گیا ہے تاکہ وہ اپنے اعمال کی ذمہ داری لے سکے۔ اشعریہ نے یہ عقیدہ پیش کیا کہ خدا نے انسان کو آزاد مرضی دی ہے، لیکن اس کے تمام اعمال خدا کی مرضی کے مطابق ہی انجام پاتے ہیں۔ یہ سمجھا گیا کہ انسان کی آزاد مرضی ایک "امتحان" کے طور پر ہے۔

تقدیر

اشعریہ اور ماتریدیہ دونوں نے تقدیر کو خدا کی مکمل مرضی اور حکمت پر منحصر قرار دیا۔ اشعریہ کے مطابق، تقدیر کا مسئلہ انسان کی عقل سے باہر ہے اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اس کے برعکس، ماتریدیہ نے اس موضوع پر زیادہ وضاحت سے بات کی اور کہا کہ تقدیر انسان کی سمجھ سے باہر ہو سکتی ہے، مگر انسان کو اس پر ایمان لانا ضروری ہے، کیونکہ یہ خدا کی حکمت کا حصہ ہے۔

خدا کی حقیقت

اشعریہ اور ماتریدیہ دونوں نے خدا کی حقیقت پر گہرائی سے غور کیا اور اس بات پر زور دیا کہ اللہ کی صفات اور اس کی حقیقت کو مکمل طور پر سمجھنا انسان کی عقل سے باہر

ہے۔ اشعر یہ نے کہا کہ خدا کی صفات مثل علم، قدرت، اور حیوانیت کو صرف وحی کے ذریعے سمجھا جاسکتا ہے، اور انسان کی عقل ان میں سے کچھ کو نہیں سمجھ سکتی۔ مارتید نے بھی اس نقطہ نظر کو تسلیم کیا، لیکن انہوں نے عقل کی کچھ حد تک اہمیت کو تسلیم کیا اور کہا کہ انسان کی عقل خدا کے ارادے کو سمجھنے میں مددگار ہو سکتی ہے۔

تصوف اور اس کے فکری اثرات

تصوف کا عروج ایک صوفیانہ اور علمی تحریک کے طور پر

تصوف اسلامی تاریخ میں ایک اہم فکری اور روحانی تحریک کے طور پر ابھرا۔ اس کا آغاز 8 ویں صدی کے وسط میں ہوا جب مسلمانوں نے اپنی روحانیت کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہونے کے لئے ایک نیا راستہ اختیار کیا۔ تصوف ایک روحانی تجربہ ہے جس میں انسان اللہ کے ساتھ ایک خاص تعلق استوار کرنے کی کوشش کرتا ہے، جس میں انفرادی طور پر روحانیت، علم، اور اخلاقی اقدار کی اہمیت دی جاتی ہے۔

تصوف کا مقصد انسانی نفس کی پاکیزگی اور اللہ کے ساتھ قربت حاصل کرنا ہے، جو عقلی سمجھ سے باہر ایک روحانی تجربہ ہوتا ہے۔ تصوف نے ابتدائی طور پر مسلمانوں کو داخلی سکون اور اللہ کی رضا کے لئے جدوجہد کرنے کی ترغیب دی۔ اس کے عروج کے دوران، متعدد صوفی مشائخ نے اپنی تعلیمات کے ذریعے معاشرتی، اخلاقی، اور روحانی اصلاحات کی بنیاد رکھی۔ ان میں مشہور صوفیاء جیسے جلال الدین رومی، ابو حامد الغزالی، اور الحلاج شامل ہیں، جنہوں نے تصوف کے تصور کو ایک منظم علمی اور روحانی تحریک کے طور پر تشکیل دیا۔

تصوف کے پیروکاروں نے اسلامی معاشرتی زندگی میں اپنی علامتی موجودگی کا احساس دلایا۔ ان کی تعلیمات میں محبت، خلوص، عاجزی اور انسانیت کی خدمت پر زور دیا گیا، اور ان اصولوں کو اس وقت کے معاشرتی، مذہبی اور سیاسی ڈھانچوں میں نافذ کرنے کی کوشش کی گئی۔ تصوف نہ صرف ایک روحانی تحریک تھی بلکہ ایک علمی تحریک بھی تھی جس نے اسلامی فکر کو جدید دور میں بھی متاثر کیا۔

فلسفہ اور روحانیت کا تصوف میں یکجا ہونا

تصوف میں فلسفہ اور روحانیت کا ایک منفرد امتزاج نظر آتا ہے۔ اس میں فلسفے کی عقلی بنیادوں کو روحانیت کے تجربات کے ساتھ جوڑا گیا تاکہ ایک ہم آہنگ نظام تشکیل دیا جاسکے جو انسان کو روحانی اور عقلانی سطح پر ترقی دے سکے۔ صوفیاء نے دنیا کی عارضیت کو تسلیم کرتے ہوئے اس سے بلند روحانی حقیقتوں کی تلاش کی، جس میں انسان کی روحانیت اور عقل کا امتزاج تھا۔

روحانیت میں فلسفے کا اثر

تصوف کی روحانیت میں فلسفے کا اثر زیادہ تر یونانی، ایرانی اور ہندوستانی فلسفوں سے آیا۔ خاص طور پر، افلاطون اور ارسطو کی تعلیمات نے تصوف کی فکری اساس کو متاثر کیا، جس کے ذریعے صوفیاء نے وجود، حقیقت اور انسان کی روحانی جدوجہد پر نئے تصورات پیش کیے۔ اس کے علاوہ، نیو پلینٹن فلسفہ نے بھی تصوف کے اندر اعلیٰ حقیقتوں اور واحدیت کے تصور کو اجاگر کیا، جس نے تصوف میں فلسفیانہ تفکر کو فروغ دیا۔

فلسفیانہ تصوف کی ترقی

تصوف میں فلسفے کے اثرات کو امام غزالی کی تعلیمات سے واضح طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔ امام غزالی نے تصوف کو ایک سائنسی اور عقلی ڈھانچے میں ڈھالا اور کہا کہ دنیا کا فانی ہونا اور انسان کا اعلیٰ حقیقت کی جانب سفر کرنا فلسفہ اور روحانیت کا سنگم ہے۔ انہوں نے تصوف کو نہ صرف ایک روحانی تجربہ بلکہ ایک عقلی عمل بھی تسلیم کیا۔ اسی طرح، جلال الدین رومی نے تصوف کی روحانیت میں فلسفے کے اندر سچائی، محبت اور عرفان کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ ان کی شاعری میں فلسفے کی گہرائی اور روحانیت کا بے نظیر امتزاج پایا جاتا ہے، جہاں محبت کو انسان اور اللہ کے درمیان ایک پل کے طور پر پیش کیا گیا۔

فلسفہ اور روحانیت کا تعامل

تصوف میں فلسفہ اور روحانیت کا یہ امتزاج انسان کو نہ صرف مذہبی طریقوں سے ہدایت دیتا ہے، بلکہ اس کی ذہنی اور روحانی تربیت کے ذریعے اس کی عقل کو بھی جلاء بخشتا ہے۔ یہ فلسفہ انسان کو اپنے وجود، خدا اور کائنات کے بارے میں سوالات کرنے کی ترغیب دیتا ہے، جبکہ روحانیت اس کی جستجو کو عملی تجربے میں ڈھالتی ہے۔

تصوف میں فلسفے کے اثرات نے انسان کے دل و دماغ کو ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ کیا، اور اس میں روحانیت کو زندگی کے ہر پہلو میں نافذ کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس کا مقصد انسان کو نہ صرف خدا کے قریب لانا تھا بلکہ اس کے اندرونی روحانی اور فکری طاقتوں کو بھی اجاگر کرنا تھا۔

اسلامی فلسفے کا مغربی فکری تحریکات پر اثر

اسلامی فلسفے کا یورپ میں منتقل ہونا اور اس کا مغربی ذہن پر اثر

اسلامی فلسفہ نے نہ صرف مسلمانوں کے فکری ڈھانچے کو متاثر کیا، بلکہ اس کا یورپ میں بھی گہرا اثر پڑا، خاص طور پر قرون وسطیٰ کے دوران جب اسلامی تہذیب کے عظیم فلسفیوں اور سائنسدانوں کے کام کا یورپ میں ترجمہ کیا گیا۔ اسلامی فلاسفہ نے یونانی فلسفے کو نیا رنگ دیا اور ان میں سے کئی ایک تصورات اور نظریات یورپ کے فلسفہ میں منتقل ہوئے۔

ترجمہ کی تحریک

ویں صدی میں بغداد میں شروع ہونے والی ترجمہ کی تحریک نے اسلامی دنیا کو یونانی فلسفے کے متون کا ترجمہ کرنے کی ترغیب دی۔ ان ترجموں کے ذریعے ارسطو، افلاطون، اور دیگر یونانی فلاسفہ کے کام کو عربی میں منتقل کیا گیا، اور پھر یہ ترجمے 12 ویں اور 13 ویں صدی میں یورپ پہنچے۔ اس دوران، اسلامی فلاسفہ جیسے الفارابی، ابن سینا، اور ابن رشد نے یونانی فلسفے کو اپنی فکر کے مطابق ڈھالا اور نئے فلسفیانہ نظریات پیش کیے، جو بعد میں یورپی فلسفہ میں شامل ہوئے۔

اسلامی فلسفے کے اثرات

اسلامی فلسفہ نے یورپی فلاسفہ کو عقلی استدلال، منطق، اور سائنسی طریقوں میں گہرائی سے سوچنے کی ترغیب دی۔ اسلامی فلاسفہ نے خدا کی حقیقت، کائنات کی تشکیل، اور کی تشریح (Being) "انسان کے مقصد کے بارے میں گہرے فلسفیانہ سوالات کیے، اور ان کے جوابات یورپ کے ذہن کو بھی متاثر کرتے گئے۔ ابن سینا کی "خود وجود اور ابن رشد کے فلسفے نے یورپ میں ارسطو کی تعلیمات کو نیا معنی دیا اور ان نظریات کو دوبارہ زندہ کیا۔

تھامس اکیونیس، 12 ویں اور 13 ویں صدی میں یورپ کے فلسفیانہ میدان میں بڑے اثرات مرتب کیے۔ اس دور میں، اسلامی فلسفے کے آثار نے مغربی مفکرین کو نئے فلسفیانہ تصورات فراہم کیے، جن میں خاص طور پر تھامس اکیونیس اور رینیسانس کے دوران ہونے والے فکری انقلاب کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔

تھامس اکیونیس، 12 ویں اور 13 ویں صدی میں یورپ کے فلسفیانہ میدان میں بڑے اثرات مرتب کیے۔ اس دور میں، اسلامی فلسفے کے آثار نے مغربی مفکرین کو نئے فلسفیانہ تصورات فراہم کیے، جن میں خاص طور پر تھامس اکیونیس اور رینیسانس کے دوران ہونے والے فکری انقلاب کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔

تھامس اکیونیس

تھامس اکیونیس ایک اہم کیتھولک فلسفی تھے جنہوں نے اسلامی فلسفے کے اثرات کو اپنے کام میں شامل کیا۔ انہوں نے ارسطو کے فلسفے کو مسیحی عقائد کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی اور اسلامی فلاسفہ کی مدد سے اپنی فکری بنیادوں کو مضبوط کیا۔ ابن سینا اور ابن رشد کے کاموں کو اکیونیس نے اپنی فلسفہ کی بنیاد بنایا، خاص طور پر خدا کی تخلیق کو اپنے فلسفے (Necessary Being) "حقیقت اور اس کی تخلیق کے بارے میں ان کے نظریات کو استعمال کیا۔ اکیونیس نے ابن رشد کی "واجب الوجود میں شامل کیا، اور اس پر زور دیا کہ خدا کی موجودگی اور اس کی صفات عقل کی مدد سے سمجھی جاسکتی ہیں۔

رینیسانس

رینیسانس کی تحریک میں بھی اسلامی فلسفے کا اثر نمایاں طور پر دکھائی دیا۔ رینیسانس کے دوران، یورپی فلاسفہ اور سائنسدانوں نے یونانی فلسفے کو دوبارہ زندہ کیا اور اسے نئے انداز میں پیش کیا۔ اسلامی فلاسفہ نے یونانی فکر کو نیا زاویہ فراہم کیا تھا، اور ان کے ترجمے یورپ میں دوبارہ متعارف ہوئے، خاص طور پر ابن سینا اور ابن رشد کی کتب نے مغربی فلسفے کی سمت متعین کی۔ رینیسانس کے دوران، فنون، سائنس، اور فلسفے میں ہونے والے انقلابات میں اسلامی فلسفے کی اثرات نظر آئیں، خاص طور پر عقل و علم کی جستجو، خدا کی حقیقت کا عقلی تجزیہ، اور کائنات کی تفہیم میں نئے طریقوں کی دریافت۔

اسلامی فلسفے نے مغربی دنیا میں بہت گہرا اثر ڈالا، خصوصاً قرون وسطیٰ کے دوران جب اسلامی فلاسفہ کے کام یورپ پہنچے۔ اسلامی فلاسفہ نے یونانی فلسفے کو اپنی فکر کے مطابق ڈھال کر نہ صرف اسلامی دنیا میں فکری اصلاحات کی بلکہ مغربی فکری تحریکات جیسے رینیسانس اور تھامس اکیونیس کی فلاسفی پر بھی اثر ڈالا۔ اس کے ذریعے یورپ میں عقل، منطق، اور خدا کے بارے میں نئے فلسفیانہ سوالات ابھرے، جنہوں نے مغربی فکری ترقی کے سفر کو آگے بڑھایا۔

اسلامی جدیدیت اور اصلاحی تحریکات

20 ویں صدی میں اسلامی دنیا میں فکری اصلاحات اور جدیدیت کی تحریکات نے ایک نیا رخ اختیار کیا۔ ان اصلاحی تحریکات کا مقصد اسلامی معاشرتی، سیاسی اور فکری زندگی میں تبدیلیاں لانا تھا، تاکہ مسلمانوں کو جدید دور کے چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار کیا جاسکے۔ اس دور میں مسلمانوں نے یورپ کی ترقی کو دیکھتے ہوئے، اپنی تہذیب، فلسفہ، اور معاشرتی نظام میں اصلاحات کی ضرورت کو محسوس کیا۔ اسلامی دنیا میں جدیدیت کی تحریکات نے اسلامی علوم، سیاست، تعلیم، اور معاشرتی اقدار کو نئی روشنی میں پیش کیا۔ ان تحریکات کا مقصد تھا کہ مسلمان اپنے روایتی عقائد کو جدید عقلی تصورات کے ساتھ ہم آہنگ کریں، تاکہ وہ جدید دنیا میں ترقی کر سکیں۔ ان تحریکات میں معاشرتی و اقتصادی اصلاحات، تعلیمی ترقی، اور جدید سائنسی علوم کا فروغ شامل تھا۔

جمال الدین افغانی اور محمد عبدہ جیسے مفکرین کی اسلامی فہم پر عقلی تفسیری اپیل

(1838-1897) جمال الدین افغانی

جمال الدین افغانی اسلامی جدیدیت کے ایک اہم مفکر تھے جنہوں نے اسلامی فکری و سیاسی احیاء کی تحریک کا آغاز کیا۔ افغانی نے مسلمانوں کو جدید دنیا میں ترقی کرنے کے لئے عقل، تعلیم اور سیاست کے میدان میں اصلاحات کی ترغیب دی۔ ان کا خیال تھا کہ مسلمان اپنے ماضی کی عظمت کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے اپنے روایتی عقائد کو جدیدیت کے اصولوں کے مطابق ڈھالیں۔ افغانی نے یورپ کی ترقی کے پیچھے موجود عقل و علم کی طاقت کو تسلیم کیا اور مسلمانوں کو اپنی تعلیم و فکر کو مضبوط کرنے کے لئے ایک معقول، عقلی اور سائنسی بنیاد فراہم کی۔ ان کا مقصد تھا کہ مسلمان اپنے عقائد کو مذہب اور عقل کے درمیان ایک توازن کے ذریعے سمجھیں۔ افغانی کا فلسفہ اس بات پر مرکوز تھا کہ مسلمانوں کو اسلام کی بنیادوں پر جدید علوم کو اپنانا چاہیے تاکہ وہ مغرب کی ترقی کے ہم پلہ ہو سکیں۔

(1849-1905) محمد عبدہ

محمد عبدہ جمال الدین افغانی کے شاگرد تھے اور اسلامی جدیدیت کے ایک اور اہم مفکر۔ عبدہ نے اسلامی تعلیمات کو عقلی بنیادوں پر سمجھنے کی کوشش کی اور انہیں جدید دور کے مسائل سے ہم آہنگ کیا۔ عبدہ نے اپنے کام میں قرآن کی تفسیر میں عقل کی اہمیت کو اجاگر کیا اور کہا کہ قرآن کی تعلیمات میں کوئی تضاد نہیں ہے، بلکہ انہیں موجودہ دور کے سائنسی اور فلسفیانہ ترقیات کے ساتھ ہم آہنگ کیا جاسکتا ہے۔

عبدہ نے اسلامی تعلیمات میں اصلاحات کی ضرورت پر زور دیا اور کہا کہ اسلامی معاشرتی و سیاسی نظام کو جدید تقاضوں کے مطابق ڈھالنا ضروری ہے۔ انہوں نے اسلام کے بنیادی اصولوں کے ساتھ ساتھ جدید تعلیم، سائنس اور سیاست کی اہمیت کو تسلیم کیا۔ عبدہ نے اسلامی شریعت میں جدت لانے کی کوشش کی اور مسلمانوں کو یہ سمجھایا کہ اسلام میں ترقی کی راہیں موجود ہیں، بشرطیکہ وہ عقل و فہم کی روشنی میں اپنے عقائد کا جائزہ لیں۔

ویں اور 20 ویں صدی میں جمال الدین افغانی اور محمد عبدہ جیسے مفکرین نے اسلامی دنیا میں جدیدیت اور اصلاحی تحریکات کا آغاز کیا، جو اسلامی معاشرت میں اصلاحات 19 اور ترقی کے لئے ایک اہم قدم تھا۔ ان کی عقلی تفسیری اپیل نے مسلمانوں کو یہ ترغیب دی کہ وہ اپنے مذہبی عقائد کو جدید سائنسی، فلسفیانہ اور سیاسی اصولوں کے ساتھ ہم آہنگ کریں۔ ان تحریکات کا مقصد تھا کہ مسلمان اپنے ماضی کی عظمت کو دوبارہ حاصل کریں اور دنیا میں ترقی کے لئے خود کو تیار کریں۔ ان اصلاحی مفکرین کی تعلیمات آج بھی اسلامی فکری اور سماجی حلقوں میں اہمیت رکھتی ہیں۔

جدید اسلامی دنیا میں فکری فکر کے چیلنجز

بنیاد پرستی کا عروج اور اس کے فکری آزادی پر اثرات

جدید اسلامی دنیا میں بنیاد پرستی کا عروج ایک اہم چیلنج رہا ہے، جس نے اسلامی فکر اور فکری آزادی کو متاثر کیا ہے۔ بنیاد پرستی، جو کہ اپنے آپ کو اسلامی اصولوں کی سختی سے پیروی کرنے والے عقائد اور عمل پر مرکوز کرتی ہے، نے ایک طرف اسلامی دنیا میں فکری تنگ نظری اور عقلی آزادی کے فروغ میں رکاوٹ ڈالی، دوسری طرف اس نے جدیدیت کے اصولوں اور تنقیدی سوچ کو بھی چیلنج کیا۔

فکری آزادی پر اثرات

بنیاد پرست تحریکوں نے اسلامی دنیا میں فکری آزادی کے تصورات کو محدود کیا۔ اس تحریک نے مخصوص تشریحات کو غالب کر دیا، اور ان تشریحات کے خلاف سوالات

اٹھانے یا مختلف نقطہ نظر اختیار کرنے کو قابل اعتراض سمجھا گیا۔ اس کے نتیجے میں، جدید اسلامی فکر میں کھلی بحث و تحقیق کا فقدان ہوا، اور کسی بھی تنقیدی نقطہ نظر کو نظر انداز کیا جانے لگا۔ اس نے ایک "مونولتھ" (یکسانی) نظریہ کو تقویت دی جس میں سوالات اٹھانے اور مختلف فکری راستوں کو اپنانے کی آزادی کم ہو گئی۔

جدیدیت کے اصولوں کے خلاف رد عمل

بنیاد پرستی نے جدیدیت کے اصولوں کی مخالفت کی، جن میں سائنس، جمہوریت، اور فکری آزادی شامل ہیں۔ یہ تحریک اسلامی دنیا میں قدامت پرستی کے پیچھے چھپی ہوئی تھی، جس نے اسلامی فکری روایات کو سائنسی ترقیات اور فلسفیانہ تفکر کے ساتھ ہم آہنگ ہونے سے روکا۔ اس کے نتیجے میں، جدید اسلامی فکر کو ایک فکری جمود کا سامنا رہا، جہاں جدید دنیا کی پیچیدہ مسائل کا جواب روایتی نظریات کے ذریعے تلاش کرنے کی کوشش کی گئی۔

استعماری اور بعد از استعماری اثرات اسلامی فکری روایات پر

استعمار اور بعد از استعمار کے اثرات نے اسلامی دنیا میں فکری فکر کو شدید طور پر متاثر کیا۔ استعماری طاقتوں کے تسلط نے نہ صرف اقتصادی اور سماجی ڈھانچوں کو بدل دیا بلکہ مسلمانوں کے فکری طریقوں اور نظریات پر بھی گہرا اثر ڈالا۔ اس کے نتیجے میں اسلامی دنیا میں ایک فکری بحران اور ایک نئی فکری تحریک کا آغاز ہوا

استعماری اثرات

استعماری طاقتوں نے اسلامی دنیا کی روایتی فکری و ثقافتی شناخت کو چیلنج کیا اور اسے مغربی فکر، فلسفے، اور سائنسی اصولوں کے سامنے کمزور کر دیا۔ استعماری دور میں مسلمانوں کے معاشرتی، سیاسی، اور علمی ڈھانچوں کو مغربی طاقتوں کے مفادات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی گئی۔ اس کے نتیجے میں اسلامی فکری روایات اور فلسفے کی شکل میں ایک فرق آیا، جہاں مسلمانوں نے اپنے فکری ورثے کے دفاع میں ایک نیا نقطہ نظر اختیار کیا۔ مسلمانوں کو اپنی تہذیب، فلسفے، اور مذہب کے بارے میں نئے سوالات کا سامنا تھا اور وہ مغربی اثرات سے اپنے فکری طور پر آزاد ہونے کی کوشش میں تھے۔

بعد از استعماری اثرات

بعد از استعمار دور میں، اسلامی دنیا نے اپنے فکری ورثے کو دوبارہ زندہ کرنے کی کوشش کی، جس میں ایک طرف مغربی فکر کا اثر رہا اور دوسری طرف اسلامی روایت کی اپنی فکری قوت کو دوبارہ دریافت کرنے کی جدوجہد کی گئی۔ اس دوران اسلامی مفکرین نے مغربی استعمار کے خلاف فکری آزادی کا مطالبہ کیا اور اسلامی ثقافت اور فکر کو دوبارہ اجاگر کرنے کی کوشش کی۔ اس کے ساتھ ہی، انہوں نے جدیدیت اور سیکولرزم کے اثرات کو اسلامی سوچ کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی، جس سے ایک نئے فکری اور فلسفیانہ رجحان کی ابتداء ہوئی۔

اسلامی اصلاحی تحریکیں

بعد از استعمار میں اسلامی مفکرین نے اصلاحی تحریکوں کا آغاز کیا، جن کا مقصد تھا کہ اسلام کو جدید دور کے چیلنجز سے ہم آہنگ کیا جائے۔ ان تحریکوں نے اسلامی فکری روایات کو جدید سائنسی، فلسفیانہ اور معاشرتی ترقیات کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی۔ ان تحریکوں میں جمال الدین افغانی، محمد عبده، اور سید قطب جیسے مفکرین شامل تھے جنہوں نے اسلامی فکری روایت کو نیا حوصلہ دیا اور اسے مغربی فکری اثرات کے خلاف مضبوط کیا۔

اسلامی دنیا میں فکری فکر کے چیلنجز میں بنیاد پرستی کا عروج اور استعماری اثرات اہم عوامل ہیں جنہوں نے اسلامی فکر کی آزادانہ ترقی میں رکاوٹ ڈالی۔ بنیاد پرستی نے فکری آزادی کو محدود کیا اور اسلامی فکر کو جدیدیت کے اصولوں سے ہم آہنگ ہونے سے روکا۔ اسی طرح، استعمار اور بعد از استعمار کے اثرات نے اسلامی فکری روایات کو ایک نئے دور میں داخل ہونے کی ترغیب دی، جس میں مغربی اثرات کے خلاف اپنی شناخت اور ورثے کا دفاع کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ ان چیلنجز کے باوجود، اسلامی دنیا میں اصلاحی اور جدید فکری تحریکات نے ایک نیا راستہ فراہم کیا، جس کے ذریعے اسلامی فکر کو جدید دور کے مسائل سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی گئی۔

خلاصہ:

یہ مقالہ اسلامی تاریخ کی اہم فکری و فلسفیانہ تحریکات کا ایک جامع جائزہ پیش کرتا ہے۔ اس میں اسلامی فکر کی ابتدائی ترقی، یونانی فلسفیانہ متون کے ترجمے، اور فقہ و تہذیب و لہجہ کے مدارس کی تشکیل کے بارے میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ معتزلہ اور تصوف جیسے عقلی اور صوفیانہ تحریکات کا اثر بھی زیر بحث آیا ہے، اور اسلامی فلسفے کے مغربی دنیا پر اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ، 19 ویں اور 20 ویں صدی کی اصلاحی تحریکات اور اس کے ساتھ ہی جدید اسلامی فکری روایات اور چیلنجز کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

حوالہ جات

- اسلامی زندگی اور فکر۔ اسٹیٹ یونیورسٹی آف نیویارک پریس۔ (1987) نصر، ایس۔ ایچ۔
- احیاء علوم الدین۔ دار المعارف، بیروت۔ (1993) الغزالی، اے۔
- اسلام میں دینی فکر کی تعمیر نو۔ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس۔ (1930) اقبال، ایم۔
- اسلام اور سیاست۔ سیر ایکوز یونیورسٹی پریس۔ (1998) الیپوزیٹو، جے۔ ایل۔
- اسلام اور جدیدیت: ایک فکری روایت کا ارتقا۔ یونیورسٹی آف شکاگو پریس۔ (1982) رحمان، ایف۔
- انسان کی عظمت: ایک اسلامی نقطہ نظر۔ اسلامک ٹیکسٹ سوسائٹی۔ (1999) کیلی، ایم۔ ایچ۔
- اسلام میں تعلیم کا تصور۔ آئی ایس ٹی اے سی۔ (1980) الاتاس، ایس۔ ایم۔ این۔
- علم کی اسلامائزیشن۔ آئی آئی ٹی۔ (1982) فاروقی، آئی۔ آر۔
- قانون طب۔ کازی پبلی کیشنز۔ (2005) ابن سینا، اے۔
- اسلام میں سماجی انصاف۔ اسلامک پبلی کیشنز۔ (1964) قطب، ایس۔
- اسلامی تہذیب: اس کے بنیادی عقائد اور اصول۔ لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ۔ (2001) خان، ایم۔ اے۔
- مسلم معاشرہ۔ کیمبرج یونیورسٹی پریس۔ (1981) گیلز، ای۔